ترجمہ و تلخیص:

فتاویٰ اور استنباطِ مسائل میں شدت پسندی کا رجحان

ڈاکٹر مسفر بن علی محمد قحطانی

دورِ حاضر میں نئے پیش آمدہ مسائل اور ایجادات کے سلسلہ میں غور وفکر کے بہت سے طریقے وجود میں آئے ہیں اور ہر منہجِ فکر کے حامل علماء نے اپنے اجتہادات اور غور وفکر کی بنیادیں اپنے طے کردہ خطوط پر رکھی ہیں۔ فتویٰ اور اجتہاد کے یہ مناہج اِس زمانے کی پیداوار نہیں ہیں، بلکہ یہ روایت زمانۂ قدیم سے چلی آرہی ہے۔ ماضی میں بھی علماء نے اجتہاد اور استنباطِ مسائل کی بنیاد اپنے طے کردہ اصول و مناہج اور جداجدا طریقۂ استنباط پر رکھی ہے۔ یہاں میں صرف چند امور کی جانب اشارہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اس دور کے جدید مسائل کے حل میں معین ومددگار ثابت ہوں، نیز منہج کے تعین، دقتِ نظر اور غور وفکر کے حقیقی ادراک میں اصولی طور پر وہ رہنمائی کا بھی کام کرسکیں۔

پیش آمدہ مسائل میں غور وفکر کے لیے عصر حاضر میں جو مناہج اختیار کیے گئے ہیں ان میں سب سے اہم شدت پسندی اور حرج وتنگی کا منہج ہے۔ اس مقالہ میں شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں اسی منہج کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

اسلامی شریعت کی بنیاد:

شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد آسانی اور بندگانِ خدا کو سہولت بہم پہونچانے اور ان سے تنگی کو حتی الامکان دور کرنے پر ہے۔ اس کی بے شمار دلیلیں کتاب وسنت میں

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

موجود ہیں۔ ان دلائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام انسانوں کے لیے رحمت بنایا ہے اور اس میں ان کے لیے آسانی رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا تھا اور آپؐ کے ذریعہ گزشتہ امتوں میں پائی جانے والی دشواریوں اور بندشوں کو دور کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ:۱۲۸)

اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری ہی جنس یعنی بشر میں سے ہیں، جو چیزیں تمہیں مضرت پہنچاتی ہیں ان پر نہایت گراں گذرتی ہیں، جو تمہاری بھلائی کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (ان کی یہ حالت یوں تو سبھوں کے ساتھ ہے) بالخصوص اہل ایمان کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء:۱۰۷)

ہم نے آپ کو دنیا کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إن اللّٰه لم يبعثني معنتاً ولا متعنتاً ولكن بعثني معلماً ميسراً [۱]

اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں کو سختی میں ڈالنے والا اور سختی اور تکلیف برداشت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ معلم اور آسانی پہونچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ کے نمایاں اوصاف قرآن میں یہ بیان کیے گئے ہیں:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف:۱۵۷)

اور وہ ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

اسی لیے آں حضرت ﷺ بعض افعال اور احکام کو چھوڑ دیتے تھے، اس اندیشے سے کہ کہیں آپ کی امت کے لیے وہ تکلیف وزحمت کا باعث نہ بن جائیں۔ چناں چہ مسواک کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواک"[۲]	میری امت کے لیے اگر مشقت کا باعث نہ بنتا تو میں ضرور مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

آپؐ امت کے لیے ہر موقع پر سہولت وآسانی کے خواہاں رہے۔ یہی نہیں، بلکہ آپ نے اپنے اصحاب کو بھی تیسیر وتسہیل کا معاملہ کرنے اور حرج وتنگی سے لوگوں کو حتی الامکان بچانے کا حکم فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا واقعہ حدیث میں بہت مشہور ہے کہ آپؐ نے جب ان کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو بطورِ خاص انہیں آسانی کی راہ اپنانے کی ہدایت کی اور فرمایا:

یسّرا ولا تعسّرا، بشّرا ولا تنفّرا"[۳]	لوگوں کو آسانی وسہولت فراہم کرنا، انہیں تنگی ودشواری میں مت ڈالنا، خوش خبری کی باتیں بتانا، نفرت انگیز باتیں مت کرنا۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں، جن میں امت اور دین کے معاملہ میں نرمی اختیار کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں اور لوگوں کے حقیقی مصالح کو نظر انداز کر کے تنگی وشدت کی راہ اپنانے سے روکا گیا ہے۔

شدت پسندی اور تنگی کے مظاہر:

عوامی مسائل میں شدت اختیار کرنا غلو فی الدین میں داخل ہے، جو مذموم ہے۔ خواہ یہ طریقہ فقہ وفتاویٰ اور اجتہاد واستنباط میں اپنایا جائے، یا تعلیم وتربیت یا دیگر امور میں، بہرحال وہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔ معاملہ اس وقت ہلکا ہوتا ہے جب یہ رویہ اپنی ذات کے سلسلے میں اختیار کیا جائے، لیکن اس کی نوعیت اس وقت بالکل بدل جاتی ہے جب دوسروں کو اس کا حکم دیا جانے لگا اور انہیں اس کا پابند کیا جائے۔ فتویٰ کے معاملے میں

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

اس منہج کے چند نمایاں مظاہر ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

الف۔نظریاتی اور مسلکی تعصب:

اجتہادی امور میں، مسلکی، شخصی، تقلیدی ونظریاتی عصبیت کسی شخص میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مسائلِ شرعیہ میں غور کرتے وقت وہ اپنی ہی فکر اور اجتہادی نتیجہ کو حق اور حرفِ آخر تصور کرنے لگتا اور دوسروں کی رائے کو سراسر غلط سمجھ بیٹھتا ہے، بلکہ دوسری رائے رکھنے والے پر طعن وتشنیع بھی شروع کر دیتا ہے۔ نتیجتاً یہی چیزیں امورِ شرعیہ میں شدت کی راہ کھولتی ہیں۔اس قسم کی شدت پسندی کی مذمت کرتے ہوئے امام احمدؒ فرماتے ہیں:

من أفتى الناس ليس ينبغي له أن يجعلهم على مذهبه ويشدّد عليهم [۴]	جو شخص فتویٰ دے اس کے لیے یہ بالکل مناسب نہیں کہ لوگوں کو صرف اپنے ہی مسلک (رائے) کا پابند بنانے کی کوشش اور ماننے کے لیے ان پر جبر کرے۔

اس سلسلے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ کسی بھی مسلک کے کسی قول کو لازماً اختیار کرنے کو واجب قرار نہیں دیتے[۵] چناں چہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"کسی مسلمان کو جب کوئی معاملہ درپیش ہو تو اسے اختیار ہے کہ اپنے اس معاملہ میں اسے جس شخص پر اطمینان ہو کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں فتویٰ دیتا ہے، خواہ وہ کسی بھی فقہی مسلک کا پیرو ہو، اس سے فتویٰ دریافت کرلے اور اس پر عمل کرے۔ کسی مسلمان پر واجب نہیں کہ وہ علماء میں سے کسی متعین عالم کی تقلید کرے اور اس کی ہر بات کو مانے۔اور نہ کسی مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسی متعین مسلک کی پیروی کرے، سوائے جناب رسول اللہ ﷺ کے، کہ جس چیز کو آپؐ نے واجب قرار دیا ہے، یا اس کی خبر دی ہے اس کی اتباع ہر مسلمان پر لازم ہے، آپؐ کے علاوہ کوئی بھی ہو، اس کی بعض باتیں قبول کی جاسکتی ہیں اور بعض باتیں ترک کی جاسکتی ہیں"۔[۶]

☆ لا اجتهاد عند ظهور النص ☆ نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ☆

مسلکی عصبیت کس طرح فکر ونظر کا دروازہ بند کردیتی ہے، اس سلسلہ میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"مسلکی مکتبِ فکر کا پختہ اعتقاد ہے کہ کسی معین مسلک کی اتباع واجب ہے اور اس سے عدول وخروج ناجائز ہے، ضروری ہے کہ جدید مسائل میں اسی متعین مسلک کے دائرے میں غور وخوض کیا جائے اور اسی مسلک کے علماء کے اقوال کی تخریج کی جائے، خاص طور سے متاخرین کا یہی خیال ہے۔ ان لوگوں سے جب کسی نئے معاملہ میں مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے تو اسی متعین مسلک کی کتابوں میں، یا زیادہ سے زیادہ مسالکِ اربعہ کی کتابوں میں اس کی نظیر تلاش کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی نظیر نہ ملے تو اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے ڈالتے ہیں۔ گویا ان کی نظر میں معاملات میں اصل ممانعت ہے، سوائے ان معاملات کے جن کے جواز کا سلف نے فتویٰ دے دیا ہو"۔ [۷]

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ ترقیات کے نتیجہ میں لوگوں کی زندگی میں مختلف نوعیتوں کی تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں اور اس میں بہت سی پیچیدگیاں آ گئی ہیں۔ ان حالات پر نظر رکھنے والا اچھی طرح سمجھتا ہے کہ بہت سے فقہی مسائل جو مناسبت، مصلحت اور رائج عرف پر مبنی تھے، ان پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ جیسے آج کے بیش تر معاشی مسائل، مثلاً: بیع سلم، ضمانات (گارنٹیز) حوالات (آرڈرز) وغیرہ۔ ان مسائل میں بعض فقہاء کی عبارات اور ایسی شرائط جن کی بنیاد کسی صریح نص پر ہے نہ اجماع پر، انہیں اختیار کرنا اسلام کے فراہم کردہ آسانی کے اصولوں کے خلاف ہے اور بالخصوص ایسے حالات میں جب کہ لوگ ایسے مسائل سے دوچار ہوں جو لوگوں کی سخت ضرورت اور حاجتِ شدیدہ کے دائرے میں داخل ہو چکے ہوں۔ مثال کے طور پر بہت سے معاملات ہیں جو لوگوں کی ضروریات کا حصہ اور زندگی کا لازمی جزء قرار پا چکے ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا اصول اباحت اور جواز کا ہے۔ ان معاملات کے ساتھ بعض ایسی صورتیں شامل ہو جاتی ہیں جو ان میں خلل پیدا کرتی ہیں اور ان معاملات کو حرمت سے قریب کردیتی ہیں۔ ایسے معاملات میں، جو اب لوگوں کے درمیان عام ہو گئے ہیں، فقیہ حرمت کے پہلو کو

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

غالب کر دیتا ہے، حالاں کہ معاملات میں اصل جواز ۸ اور منافع میں اصل اباحت ہے ۹۔

مذکورہ قاعدہ کی اساس دراصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

الحلال ما أحلّ اللّٰہ فی کتابہ، والحرام ماحرّم اللّٰہ فی کتابہ، وما سکت عنہ فھو ممّا عفا عنہ ۱۰

حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں کتاب اللہ خاموش ہے یہ وہ امور ہیں جن سے اللہ نے درگذر فرمایا ہے۔

اس طرح کے اصول وکلیات کے کتاب وسنت میں موجود ہونے کے باوجود. علماء کے شدت آمیز رویہ کے نتیجہ میں لوگ یا تو شاذ اور مرجوح اقوال تلاش کر کے ان پر عمل کرنے لگتے ہیں، یا پھر شریعت کی پابندی سے بالکلیہ آزاد ہو جاتے ہیں۔

اگر فقہاء اس طرح کے معاملات میں توسّع سے کام لیتے اور لوگوں کے لیے جواز کی صورتیں اور حرمت کی صورتیں الگ الگ بتادیتے، ساتھ ہی شرعی بدل بھی تجویز کرتے تو بہتر ہوتا ۱۱

مثال کے طور پر اس زمانے میں حج میں حجاج کی کثرت اور بھیڑ کی وجہ سے بہت سے مسائل اور دشواریاں پیدا ہوئیں۔ ان دشواریوں کے پیش نظر بہت سے علماء کی اجتہادی آراء میں تبدیلی ہوئی اور لوگوں کو تنگی سے بچانے کے لیے مذاہب فقہیہ کے مشہور اقوال کو ترک کر دیا گیا۔ اگر یہ علماء اپنے ائمہ کے قدیم اقوال کو ترک نہ کرتے اور حالات و ظروف کے بدلنے اور زمانوں اور معاشروں کے اختلاف کا اعتبار کیے بغیر انہی قدیم اقوال کے مطابق فتوے دیتے تو حجاج کو بہت زیادہ پریشانی ہوتی۔ جیسے ایام تشریق میں رمی جمار کا وقت جمہور ائمہ کے قول کے مطابق زوال شمس سے غروب آفتاب تک ہے، غروب آفتاب کے بعد رمی جائز نہیں ہے۔ ۱۲ مگر بہت سے محققین اور افتاء کمیٹیوں نے حجاج کی کثرت اور بھیڑ کے پیش نظر اور آسانی کا خیال کرتے ہوئے رات میں بھی رمی جمار کی اجازت دی ہے ۱۳

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

ب۔صرف ظاہرِ نصوص کو اختیار کرنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نصوصِ شرعیہ کی تعظیم کرنا اور ان سے استدلال کرنا دینی بنیاد اور مطلوبِ شرعی ہے۔ کسی مجتہد کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ مسائل میں غور وفکر کرتے وقت نصوصِ شرعیہ کا اہتمام نہ کرے، مگر اصل انحراف وہاں پیدا ہوتا ہے جب نصوص کی گہرائی تک پہنچے بغیر اور مقاصدِ شرع کو نظر انداز کرکے صرف ظاہرِ نصوص کو اختیار کیا جائے۔ یہ رجحان آج کل پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صالح المزید نے لکھا ہے:

''ہمارے زمانے میں بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اجتہاد کے لیے صرف قرآن کریم، سنن ابوداؤد اور ایک ڈکشنری کافی ہے''۱۴؎

حقیقت یہ ہے کہ فقہ واجتہاد کے باب میں اس طرح کی سوچ ایک بچکانہ سوچ ہے اور بغیر کسی خوف کے کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی ہے، کجا کہ وہ اجتہاد کرنے لگیں۔ ایسے لوگوں کو فقیہِ عصر علامہ یوسف قرضاوی نے ''نئے ظاہری'' کا نام دیا ہے۔ کہتے ہیں:

''دراصل یہ وہ لوگ ہیں جو صرف نصوص کے ظاہری الفاظ پر تکیہ کرتے ہیں۔ انہیں میں ''نئے ظاہری'' کہتا ہوں۔ ان میں اچھی خاصی تعداد ان لوگوں کی ہے جو حدیث سے تو شغف رکھتے ہیں، لیکن انہیں فقہ واصول فقہ میں مہارت نہیں ہے۔ اسی طرح نہ تو علماء کے اصولِ اختلاف اور استنباطِ مسائل کے مدارج ومناہج کا انہیں علم ہے اور نہ مقاصدِ شریعت، حالات وزمانہ اور احوال وظروف کی تبدیلیوں پر مبنی احکام کی علتوں کو وہ پیش نظر رکھتے ہیں''۱۵؎۔

درحقیقت یہ لوگ کتاب وسنت کے تشفی بخش دلائل پیش کیے بغیر کسی بھی چیز کو حرام قرار دے دیتے ہیں اور عوام کی زندگی میں دقتیں پیدا کردیتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل:۱۱۶)

اور کسی چیز کے اپنی زبان سے جھوٹ بنا لینے سے مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر بہتان باندھو، یقیناً جو لوگ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

علماء کی اس شدت پسندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتنے ایسے جائز معاملات تھے جو حرام قرار دے دیے گئے، علم و معرفت کے کتنے دروازے تھے جو بند کر دیے گئے اور کتنے لوگ ہیں جو ملت سے باہر کر دیے گئے، محض یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ نصوصِ قطعیہ اور ثابت شدہ دلائل کے خلاف ہیں، حالاں کہ علماء راسخین کے نزدیک معاملہ اس کے برعکس تھا۔

علامہ ابن قیمؒ نے مفتیان اور علماء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''کسی مفتی کے لیے، جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، جائز نہیں کہ وہ کہے: فلاں چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور فلاں چیز کو حلال، فلاں چیز کو واجب کیا ہے اور فلاں کو مکروہ، جب تک کہ پورے یقین کے ساتھ یہ نہ جان لے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس چیز کی حرمت، حلت، اباحت اور کراہت سے متعلق کیا فرمایا ہے۔ اسلاف کے یہاں بھی یہ بات عام طور سے ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں: کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور فلاں کو حلال، جب تک کہ اسے قطعی طور پر اس کا علم نہ ہو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو اسے حلال اور اسے حرام قرار نہیں دیا ہے''[۱۶]

پیش آنے والے واقعات کے بارے میں علمِ راسخ کے بغیر حرمت کا حکم لگانے سے، ظاہر ہے کہ لوگ دشواریوں اور تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں، جو اسلامی شریعت کے توسّع اور مخلوق پر رحم و کرم کے خلاف ہے۔

ماضی قریب میں ایسے بھی واقعات پیش آئے کہ بعض لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی اور حکومت کی تکفیر کر ڈالی، یہاں تک کہ محض ارتکابِ

معاصی کو خارج از اسلام ہونے کا سبب قرار دے دیا۔ ان میں سے بعض لوگ تو یہاں تک کہہ گئے کہ لفظ "عاصی" لفظ "کافر" کے ہم معنی اور اس کے مساوی ہے، اور یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص کو ایک ہی وقت میں مسلمان بھی کہا جائے اور کافر بھی۔[۱۷]

یہ صورتِ حال، جو دلائل پر تدبر کے بغیر محض ظاہرِ نصوص پر انحصار کی وجہ سے پیدا ہوئی، امت کے لیے تنگی و پریشانی کا باعث بنی۔ شاید یہ خوارج کا تسلسل ہے جنہوں نے خود کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی تنگی اور پریشانی میں مبتلا کر رکھا تھا۔ یا ظاہریہ کا تسلسل ہے جنہوں نے شذوذ کی راہ اختیار کرتے ہوئے بعض عجیب وغریب آراء اختیار کرلی تھیں۔

ج۔ سدِّ ذرائع میں غلو اور اختلافِ آراء کے وقت احتیاط پسندی میں مبالغہ:

سدِّ ذرائع کی اہمیت و اعتبار، نیز مقاصدِ شرع کے پیشِ نظر بندگانِ خدا سے مفاسد کے دفعیہ اور منافع کے حصول کے لیے بطورِ دلیل واصل اس کے اختیار کیے جانے پر بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کو حرام کیا ہے اور کچھ چیزیں اس تک پہنچانے والی ہیں تو وہ ان چیزوں کو بھی حرام کر دیتا ہے اور ان سے روک دیتا ہے، تاکہ اس چیز کی حرمت پختہ طور پر ثابت ہو جائے اور کوئی اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ اگر اس نے حرام تک پہنچانے والے وسائل و ذرائع کو جائز رکھا ہوتا تو یہ تحریم سے متناقض ہوتا اور لوگوں کے دل اس حرام کی جانب مائل ہوتے"[۱۸]

سدِّ ذرائع کے قاعدہ کو اختیار کرنے پر اشکال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس میں غلو کیا جائے اور یہ غلو اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ امور، جن میں واقعی بندوں کے راجح مصالح ہیں، ان کو محض ظنی اور وہمی مفسدہ کے پیشِ نظر ترک کیا جائے اور اس طرح غیر شعوری طور پر جواز کا دروازہ بند کر کے شریعت کے بارے میں بدگمانی پیدا کر دی جائے۔ جیسے انگور کی کاشت کو محض اس لیے حرام قرار دیا جائے کہ لوگ اس سے شراب بنائیں گے، یا قریب قریب گھر بنانے سے اس لئے منع کیا جائے کہ اس سے زنا کا اندیشہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

ہے۔ جمہورِ امت کے نزدیک ایسی چیزوں سے نہیں روکا جائے گا۔ اس لیے کہ ان کی مصلحت راجح ہے، اس لیے انہیں موہوم اور مرجوح مفاسد کی بنا پر ترک نہیں کیا جائے گا۔ ۱۹

عصر حاضر کے بعض نام نہاد فقہاء دوسری اقوام کی تیار کردہ اشیاء، علوم و معارف اور نئی ایجادات کے اخذ و استفادہ سے منع کرتے ہیں۔ اسے وہ دین میں بدعت اور سید المرسلین ﷺ کے طریقے کی مخالفت قرار دیتے ہیں ۲۰

موجودہ عہد میں اقتصادیات اور طب کے میدان میں جو ایجادات ہوئی ہیں ان میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے بیش تر غیر مسلم ممالک میں ہوئی ہیں۔ اگر محض اس بنا پر ان اشیاء کے استعمال کی ممانعت کا حکم لگا دیا جائے کہ وہ غیر مسلم ملکوں کی تیار کردہ ہیں تو یہ لوگوں کے لیے حرج و تنگی کا باعث ہوگا، اس لیے کہ لوگ ہمیشہ دوسری اقوام کے ساتھ تہذیبی و تمدنی اختلاط کی وجہ سے ایک دوسرے کی ایجادات سے استفادہ کرتے آئے ہیں۔ اگر بغیر کسی دلیل کے لوگوں پر ممانعت کا حکم لگا دیا جائے تو لوگ دین سے دور ہو جائیں گے اور حلت و حرمت کا حکم جانے بغیر ان چیزوں کو اختیار کر لیں گے۔ اس لیے اہم چیز یہ ہے کہ صرف ایسے ''وسائل و ذرائع'' سے روکا جائے جو لوگوں کو مفاسد راجحہ کی طرف لے جانے والے ہوں، اگرچہ وہ فی نفسہ مباح ہوں، اور ایسے ''ذرائع'' اختیار کرنے کی اجازت دی جائے جو تقربِ الٰہی اور نیکی کے کاموں کی طرف لے جانے والے ہوں اور ان کی مصلحت کا پہلو راجح ہو۔ ۲۱

اختلافی مسائل میں بے جا احتیاط:

نئی چیزوں کے بارے میں فتویٰ دیتے وقت تنگی اور شدت پسندی کا ایک مظہر یہ ہے کہ ہر اختلافی مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے حرام یا وجوب کا فتویٰ دیا جائے، تاکہ مکلف کے لیے احکام پر عمل میں تساہل کا دروازہ بند کر دیا جائے، یا اسے کسی شبہ میں پڑنے سے روک دیا جائے اور اس حکم کا اطلاق تمام لوگوں پر اور تمام احوال و ظروف پر ہو، جیسے خواتین کو شرعی ضوابط اور حاجتِ شدیدہ کے باوجود سدِ ذریعہ کی بنا پر ملازمت کی

اجازت نہ دینا ۲۲ اور فوٹوگرافی اور ٹیلی ویژن کی تصاویر کو موجودہ زمانے میں اس کی اہمیت وافادیت اور ضرورت کے باوجود ناجائز قرار دینا وغیرہ ۲۳۔ ان چیزوں کی اجازت موجودہ دور کے جمہورِ علماء نے خاص شرائط کے ساتھ دی ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ احتیاط پر عمل تقویٰ اور اطمینانِ قلب کے پیشِ نظر ذاتی طور پر انسان کرسکتا ہے۔ جہاں تک عام لوگوں کو اس کا مکلّف بنانے اور فتویٰ کے لیے احتیاط کو بنیاد بنانے کا تعلق ہے تو یہ لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنے کا باعث ہے۔ ۲۴

فقہ میں ایک قاعدہ بیان کیا گیا ہے: استحباب الخروج من الخلاف ۲۵ یعنی اختلافی مسائل میں اختلاف سے بچنا بہتر ہے، تو یہ قاعدہ بھی مطلق نہیں ہے، بلکہ علماء نے کچھ شرطوں کے ساتھ اس پر عمل مستحب قرار دیا ہے، مثلاً:

الف: اس سے کسی ثابت شدہ حکمِ شرعی کی مخالفت، یا کسی مکروہ کا ارتکاب، یا کسی مقررہ قاعدہ شرعیہ کا ترک لازم نہ آئے۔

ب: مخالف کی دلیل کا ضعف اور نقص معلوم نہ ہو۔ اگر ضعف واضح ہو تو اس صورت میں اختلاف قابلِ توجہ نہیں۔

ج: یہ عمل کسی دوسرے اختلاف کی طرف لے جانے والا نہ ہو۔

د: اس قاعدہ پر عمل کرنے والا مجتہد نہ ہو۔ اگر وہ مجتہد ہو تو جن مسائل میں اسے اجتہاد کی صلاحیت ہے، ان میں اس کے لیے احتیاط پر عمل جائز نہیں ہوگا، بلکہ اس کے لیے مناسب ہوگا کہ دلائل و براہین کی روشنی میں اس کے نزدیک جو حکم راجح ہو اس پر فتوی دے۔ ۲۶

اختلاف کے موقع پر احتیاط پر عمل کرنے کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کے بارے میں ڈاکٹر باحسین لکھتے ہیں:

"رفعِ حرج کے اس قاعدہ میں اشکال یہ ہے کہ اگر حکمِ شرعی میں شک اور احتمال کے وقت احتیاط کو ضروری سمجھا جائے تو ایسے مسائل کی مقدار بہت بڑھ جائے گی جن کے

☆ کتاب و سنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

کرنے اوران سے بچنے میں احتیاط کوملحوظ رکھنا ہوگا، اور یہ چیز تخفیف وتیسیر اور رفع حرج کے منافی ہوگی۔ بلکہ بعض علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر مکلف ان تمام امور میں، جن کے سلسلے میں قطعی دلائل نہیں ہوتے، ایک دن بھی احتیاط پر عمل کرنے لگے تو وہ سخت پریشانی محسوس کرے گا، پھر اگر وہ پوری زندگی اسی طرح گزارنے لگے تو کتنی پریشانی میں مبتلا ہوجائے گا، اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مکلفین میں عورتیں اور گاؤں اور دیہات کے رہنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کے نظامِ زندگی میں خلل واقع ہوجائے گا اوران کے رہن سہن کے معاملات میں ضرر لاحق ہوگا"۔ ۲۷

حواشی ومراجع

۱۔ صحیح مسلم ، کتاب الطلاق ، باب بیان أن تخییر امرأته لا یکون طلاقاً الا بنیة ، حدیث نمبر ۱۴۷۸

۲۔ صحیح بخاری ، کتاب الجمعة ،باب السواک یوم الجمعة ، صحیح مسلم ، کتاب الطهارة ، باب السواک ،حدیث نمبر ۱۷۳۲

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد ، باب مایکره من التنازع والاختلاف فی الحرب وعقوبة من عصی إمامه،صحیح مسلم ، کتاب الجهاد، باب الأمر بالتیسیر وترک التنفیر ، حدیث نمبر ۱۷۳۲

۴۔ الآداب الشرعیة لابن مفلح ، ۴۵/۲

۵۔ ملاحظہ کیجیے المجموع ، ۹۰/۱-۹۱، شرح المحلی علی جمع الجوامع ، ۳۹۳/۲، شرح تنقیح الفصول، ص: ۴۳۲، المسودة، ص: ۴۶۵، شرح الکوکب المنیر، ۵۷۴/۴، الوصول الی علم الأصول ، ابن برهان ، ۳۶۹/۲

۶۔ مجموع فتاوی ابن تیمیه ، ۲۰۸/۲۰-۲۰۹

۷۔ الاجتهاد المعاصر بین الانتضباط والانفراط، ص:۸۸، الاجتهادفی الاسلام، ڈاکٹر یوسف القرضاوی ص: ۱۷۵

۸۔ ملاحظہ کیجیے تہذیب الفروق، ۱۲۰/۴ ، الفتاوی الکبریٰ ، ابن تیمیه، ۵۸۱/۴

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : حدود اللہ قریبی اور دوری تمام لوگوں پر قائم کرو

۹ ملاحظہ کیجیے البحر المحیط، ۲۱۵/۱، القواعد للحصنی ، ۲۷۸/۱، الابھاج، ۱۷۷/۳ ، نھایة السؤل، ۳۵۲/۴، الأشباہ والنظائر للسیوطی، ص:۱۳۳

۱۰ سنن الترمذی ، کتاب اللباس ، باب ماجاء فی لبس الفراء ، سنن ابن ماجہ ، کتاب الأطعمة،باب أکل الجبن والسمن

۱۱ ملاحظہ کیجیے الفکر السامی، ۲۱۵/۱

۱۲ ملاحظہ کیجیے الکافی لابن عبد البر، ۳۵۵/۱، مغنی المحتاج للشربینی ، ۳۷۷/۲،المبدع لابن مفلح، ۲۵۰/۳،الاقناع للحجاوی ، ۳۹۰/۱

۱۳ ملاحظہ کیجیے بدائع الصنائع ، ۱۳۷/۲ ، الشرح الممتع علی زاد المستقنع لابن عثیمین، ۳۸۵/۷، فتاوی الحج والعمرة و الزیارة ، جمع محمد المسند، ص:۱۱۰

۱۴ فقہ الأئمة الأربعة بین الزاھدین فیہ والمتعصبین لہ،ص:۶۶

۱۵ الاجتھاد المعاصر ، ص:۸۸

۱۶ إعلام الموقعین، ۱۳۴/۴

۱۷ بحوالہ الغلو فی الدین ، ڈاکٹر عبد الرحمن اللویحق ،ص:۲۷۳

۱۸ إعلام الموقعین، ۱۰۹/۳

۱۹ ملاحظہ کیجیے شرح تنقیح الفصول للقرافی، ص:۴۴۸-۴۴۹، الفروق للقرافی ،۳۳/۲، مقاصد الشریعة الاسلامیة ، ڈاکٹر الیوبی ، ص:۵۷۴-۵۸۴

۲۰ ملاحظہ کیجیے السیاسة الشرعیة فی ضوء نصوص الشریعة ومقاصدھا ، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ص:۲۳۱

۲۱ ملاحظہ کیجیے شرح تنقیح الفصول، ص:۴۴۹، اعلام الموقعین، ۱۰۹/۳

۲۲ ملاحظہ کیجیے مرکز المرأة فی الحیاة الاسلامیة،ڈاکٹر قرضاوی، ص:۱۳۰-۱۵۰ ، المرأة ما ذا بعد السقوط ؟ بدریہ العزاز، ص:۱۹۹-۲۱۶

۲۳ ملاحظہ کیجیے الاجتھاد المعاصر ،قرضاوی، ص:۸۸

۲۴ ملاحظہ کیجیے الموافقات ، ۱۸۴/۱-۱۹۴ ، العمل بالاحتیاط فی الفقہ

الاسلامی، منیب محمود شاکر، ص: ۱۱۸

۲۵؎ ملاحظہ کیجیے الأشباہ والنظائر للسیوطی، ص: ۲۵۷، الفروق للقرافی، ۴/۲۱۰

۲۶؎ ملاحظہ کیجیے الأشباہ والنظائر للسیوطی، ص: ۲۵۸، العمل بالاحتیاط فی الفقہ الاسلامی، ص: ۲۵۴-۲۵۷، رفع الحرج، ڈاکٹر صالح بن حمید، ص: ۲۳۷-۲۴۸، رفع الحرج، ڈاکٹر یعقوب الباحسین، ص: ۳۳-۳۵

۲۷؎ رفع الحرج، ص: ۱۱۵-۱۱۶

(بشکریہ: مجلہ تحقیقات اسلامی علی گڑھ انڈیا)

شیئر بازار میں سرمایہ کاری

موجودہ طریقہ کار اور اسلامی نقطۂ نظر

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

عصر حاضر میں شیئرز بازار اور اس میں سرمایہ کاری کا موضوع کافی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ جہاں لوگوں میں اپنی بچت کے ذریعے نفع کمانے کے لیے تجارتی شیئرز خریدنے کا رجحان بڑھا ہے۔ وہیں دین دار طبقہ میں اس سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر جاننے کی خواہش بھی ابھری ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں شیرز کی ماہیت اور شیرز بازار کا عمل سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اساسی طرزِ عمل کا تجزیہ کیا ہے اور اسٹاک ایکسچینج، بانڈ، فکسڈ ڈپازٹ، میوچول فنڈ اور دیگر متعلقہ اصطلاحات کی تفہیم کرائی ہے۔ نیز شیرز میں سرمایہ کاری سے متعلق علماء اور مفتیانِ کرام کی آراء وفتاویٰ نقل کرتے ہوئے ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ کمپنیوں کے شیرز پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے طریقے سے بھی بحث کی ہے۔

اس کتاب میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اسلامی نقطۂ نظر سے بہت متوازن بحث کی گئی ہے۔

آفسیٹ کی حسین طباعت، عمدہ کاغذ، صفحات: ۱۵۶ قیمت پیپر بیک =/۴۵ روپے مجلد =/۶۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر: ۹۳، علی گڑھ ۱-

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی-۲۵